ظلم و تعدی کا سد باب اور نبوی حکمت و تدابیر

تحریر: ڈاکٹر محمود الحسن عارف (اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور)

ھادی امم، سرور کونین، خاتم الانبیاء ﷺ کی شان اقدس میں کچھ عرض کرنا سچ مچ دن چڑھے چراغ جلانا ہے۔ آپ تو وہ ہیں جن سے مسند امامت انبیاء کو زینت ملی، جیسے کہ امام بو صیری فرماتے ہیں۔

فاق النبیین فی خلق وفی خلق ولم یدانوہ فی علم ولا کرم

(آپ اپنی صورت اور سیرت میں تمام انبیاء سے بڑھ کر ہیں۔ اور انبیاء علیھم السلام علم اور صفات کرم میں آپ کے برابر نہیں)

لیکن چونکہ مقام ادب میں کچھ عرض نہ کرنا بھی سوئے ادب ہے۔ اسی لئے ظلم و تعدی کے سد باب کے لئے رسول اللہ ﷺ کی حکمت و تدابیر" کے عنوان سے چند معروضات لے کر حاضر ہوا ہوں۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے اس حقیر سی کاوش کو قبول فرمائے---- آمین۔

یوں تو دنیا میں ہزاروں انقلابات آئے، سینکڑوں تبدیلیاں وقوع پذیر ہوئیں، جن میں لاکھوں انسان تہ تیغ ہوئے، انسانوں کی ہزاروں ہنستی مسکراتی بستیاں تاراج ہوئیں لاکھوں باشندگان ارض کی گردنوں میں غلامی کا طوق پہنایا گیا۔ ان تبدیلیوں نے انسانوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ھانکا ان کی پشتوں پر اپنی فتح و حکمرانی کی مہریں ثبت کیں، ان کی پیشانیوں پر اپنی کامیابی کی تحریریں رقم کیں اور ان کے سینوں کو نیزوں اور تیروں سے چھلنی کیا۔ یہ حکمران آندھی اور طوفان بن کر آئے اور بادل بن کر برسے، مگر جس طرح طوفانوں کے گزر جانے کے بعد ان کی مہیب اور خوفناک یادوں کے سوا کچھ نہیں رہتا اسی طرح ان فاتحوں اور ان جابر و قاہر حکمرانوں کے بعد تاریخ میں ان کی خوفناک اور ڈراؤنی یادوں کے سوا کچھ نہیں بچا۔ مگر دنیا کا ایک حیات آفریں انقلاب ایسا ہے جس نے نہ تو انسانوں کی گردنوں میں غلامی کے طوق ڈالے نہ ان کی پشتوں کو فتح و کامرانی کی مہروں سے داغا گیا اور نہ ان کے سینوں کو تیروں سے چھلنی کیا، بلکہ وہ انقلاب ایک خوشبو کی طرح تھا، جو ہر طرف

پھیل گیا ، ایک نور تھا جس کی حسین و جمیل کرنوں نے ساری دنیا کو جگمگادیا اس نے انسانوں کو انسانیت کا درس دیا، اس نے آقاؤں کو خادم اور خادمین کو مخدوم بنایا۔ یہ انقلاب اس صبح صادق اور اس فجر سعادت کا نقطۂ آغاز تھا جس نے انسانیت کی تاریخ ایک نئے انداز اور نئے قلم سے رقم کی۔

یہ انقلاب ، یہ تبدیلی ، پیغمبر اسلام ، رحمت عالم ، فخرامم ، شہنشاہ عرب و عجم اور ہم سب کے مولیٰ و آقا، میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ، کی ولادت باسعادت اور آپ کی بعثت طیبہ و مبارکہ سے عبارت ہے۔

بقول شاعر

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ھادی ۔۔۔ عرب کی زمین جس نے ساری ہلادی
نئی اک لگن سب کے دل میں جگادی ۔۔۔ اک آواز میں ساری بستی جگادی

ھادی برحق جب دنیا میں رحمۃ للعالمین بن کر تشریف لائے تو اس قوت یہ دنیا دوواضح طبقوں میں بٹی ہوئی تھی، ایک طبقہ انسانیت دشمن قارون، ھامانوں اور شدادوں کا تھا، جو مذہب سیاست اور معاشرت کے اونچے ایوانوں میں مسند نشین تھا اور ہر طرح کے جو روتعدی کو اپنا حق منصبی خیال کرتا تھا۔ دوسرا طبقہ ان مظلوموں اور بے کسوں کا تھا، جو ہر قسم کے سیاسی ، معاشرتی اور معاشی حقوق ومراعات سے محروم تھا، قدرت کو منظور ہوا کہ دنیا میں اس اونچ نیچ کو ختم کر دیا جائے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے وقت ہوا تھا:

ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلهم ائمة ونجعلهم الوارثین(۱)

اور ہم چاہتے ہیں کہ جو لوگ ملک میں کمزور کردیئے گئے ہیں ان پر احسان کریں ان کو پیشوا بنائیں اور انہیں (ملک کا) وارث بنائیں۔

محسن انسانیت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جو پاکیزہ مشن دیا اس میں دنیا میں قدسی افکار و تعلیمات کے فروغ کے ساتھ ساتھ مظلوموں کو ظلم وجور اور جبر وتشدد سے رہائی کا پروگرام بھی شامل تھا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

ویضع عنهم اصرهم والاغلال التی کانت علیهم(۲)

اور(یہ پیغمبر امی)طوق جوان کے سر پر اور گلے میں تھے اتارتے ہیں۔

وہ کتنے مہیب وسیاہ ظلم اور کتنے جبر ، زیادتی اور ظلم کے پہاڑ ہوں گے جو اس وقت کی انسانیت پر توڑے جا رہے تھے۔ جن کو قرآن کریم نے اصر (قید) اور اغلال (طوق) قرار دیا ہے اور جن سے انسانیت کو بچانے اور رہائی دلانے کے لئے آپ تشریف لائے تھے۔ آپ اگرچہ اپنے حسب ونسب کے اعتبار سے دنیا کے معزز ترین قبیلے ، خاندان اور گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ اور دنیا کا کوئی خاندان ، نجابت ، شرافت اور عفت وپاک دامنی میں آپ کے خاندان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کرسکتا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی حکمت کو یہ منظور ہوا کہ آپ کو یتیمی کی حالت میں پیدا کیا جائے۔ اور بچپن ہی میں آپ کو اپنی مادر مہربان اور شفیق دادا کے سائیہ عاطفت سے محروم کردیا جائے اور پھر بنوسعد کی ایک غریب خاتون کے گھر میں آپ نے دودھ پیا اس کے بچوں کے ساتھ کھیل کود کر آپ نے پرورش پائی۔ بڑے ہوئے تو بطحائے مکہ میں چرواہوں کے ساتھ بھیڑ بکریاں چرائیں ، شباب کے دن آئے تو عام لوگوں کی طرح آپ نے تجارت کا پیشہ اپنایا۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ محسن انسانیت ﷺ اپنے ذاتی مطالعے اور مشاہدے سے مظلوموں اور بے کسوں کا درد اور ان کا دکھ جان سکیں۔

انسداد ظلم کی پہلی کوشش

چونکہ مظلوم انسانیت کو ظلم وجبر سے رہائی دلانا ، رحمت دو عالم ﷺ کی عہد ساز نبوت کا پاکیزہ مشن تھا ، اس لئے آپ ﷺ کے تمام سیرت نگار اس بات پر متفق ہیں کہ جب آپ ﷺ کی عمر مبارک ۲۵ برس کی ہوئی تو آپ نے معاہدہ حلف الفضول کی تجدید میں زوروشور سے حصہ لیا اس کی تجویز آپ کے چچا زبیر بن عبد المطلب اور سرپرستی عبداللہ بن جدعان نے کی۔ اس معاہدہ کے کرنے والوں نے یہ طے کیا کہ: اگر مکے میں کسی پر ظلم ہوا تو ہم اس کی مدد کو دوڑیں گے اور ظالم کو مکے میں نہیں رہنے دیا جائے گا (۳)

رحمت دوعالم ﷺ کو یہ پروگرام اور معاہدہ اتنا پسندیدہ تھا کہ اعلان نبوت کے بعد بھی آپ فرمایا کرتے تھے: میں نے یہ حلف اٹھایا تھا اگر اب بھی کوئی شخص مجھے اس کی دھائی دے تو میں اس کی ضرور مدد کروں گا اور قیمتی سرخ اونٹوں کی قطار کے بدلے بھی اس کی مدد سے

دست بردار نہ ہوں گا۔(۴)

سبحان اللہ کیا جذبہ تھا کہ ۲۵ سال کی عمر میں شوق بھی کیا تو مظلوم کی اعانت اور مدد کا اور اس پر استقامت کا یہ عالم ہے کہ ادھیڑ عمری میں بھی یہ ارشاد ہوتا ہے کہ اگر اب بھی کوئی شخص اس معاہدے کے حوالے سے مجھے آواز دے گا تو میں اس کی مدد کو لپکوں گا۔

اس واقعے میں آج کے نوجوانوں کیلئے بھی درس بصیرت ہے، وہ یہ کہ نوجوانی میں ظلم وتعدی کا انسداد ان کی فکری اور جسمانی قوت کا صحیح ترین مصرف ہے۔ یہ عبادت بھی ہے اور مقصد حیات بھی۔ پھر حیات مبارکہ میں اس کا عملی مظاہرہ کئی مرتبہ ہوا۔ ایک واقعہ البلاذری نے انساب الاشراف میں ریکارڈ کیا ہے۔ ایک دن صبح سویرے ایک اجنبی پلے ہوئے خوب صورت اونٹ لے کر مکہ مکرمہ کے بازار میں آیا۔ ابوجہل کو اس کے اونٹ پسند آگئے، مگروہ عیار شخص یہ بھی نہ چاہتا تھا کہ اس کو پوری قیمت ادا کر کے لے۔ لہذا اس نے معمولی سی قیمت کی پیشکش کی۔ اور مکہ مکرمہ کے دوسرے سرداروں کو یہ اونٹ خریدنے سے منع کردیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ یہ غریب مسافر جس شخص کے پاس بھی فریاد لے کر جاتا وہ اسے ناکام لوٹا دیتا لیکن جب اس اجنبی نے آقائے ہاشمی مطلبی ﷺ کو اپنا غم سنایا تو آپ نے پوری قیمت دے کر اس سے اونٹ خرید لیے۔ جس سے وہ بے حد خوش ہوا۔ مگر ابوجہل کے دل میں دشمنی کی ایک گرہ بیٹھ گئی(۵)

غور فرمائیے کہنے کو تو یہ ایک چھوٹا سا واقعہ ہے مگر اس سے دو الگ الگ فطرتیں سامنے آتی ہیں۔ ایک طرف ملعون ابوجہل کی فطرت ہے جو کہ مکہ کے پرانے مکرو فریب کے نظام کا نمائندہ تھا جس کی خواہش ہے کہ معمولی سی قیمت پر اس پردیسی تاجر کو لوٹ لے۔ دوسری طرف نوجوان محمد عربی ﷺ کا کریمانہ اخلاق ہے کہ جان نہ پہنچان مگر محض اس کی امداد واعانت کے لئے اس کے سارے اونٹ منہ مانگی قیمت پر خرید لئے۔

اس طرح ایک طرف بدترین خلائق کی فطرت ہے اور دوسری جانب عمدہ ترین خلائق کا اخلاق، یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ حضرت حسان بن ثابتؓ نے ابوسفیان اور رسالت مآب ﷺ کا باہم موازنہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

اتھجوہ ولست لہ بکفوٗ　　فشرکما لخیرکما فداء

کیا تو (حضور ﷺ) اس کی ھجو کہتا ہے حالانکہ تو ان کا ہمسر نہیں ہے۔ پس تم میں سے بدتر

، بہترین پر قربان ہو جائے)

آپ کے دو قریبی مہربانوں کی گواہی

پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ آپ کی حیات طیبہ کے اس حصے میں جو آپ نے بعثت مبارکہ سے قبل مکہ مکرمہ میں بسر فرمایا آپ کے کریمانہ اخلاق اور آپ کے رحیمانہ برتاؤ نے اتنی شہرت حاصل کر لی تھی کہ مکے کا ہر شخص آپ کو آپ کے اصلی نام کے بجائے "الصادق" اور "الامین" کے صفاتی ناموں سے پکارتا تھا۔ چنانچہ بعثت مبارکہ کے موقع پر آپ کی دو قریبی ہستیوں نے آپ کے اخلاق کریمانہ کی جن الفاظ میں شہادت دی وہ الفاظ محسن عالم ﷺ کی نوجوانی کے ایک ایک لمحے کی پاکیزگی، صداقت اور اعلیٰ ترین مقاصد حیات کی غمازی کرتے ہیں۔ آپ کے چچا جناب ابو طالب نے آپ کی شان میں ایک طویل قصیدہ کہا، جس میں وہ فرماتے ہیں:

وابیض یستسقی الغمام بوجھه ثمال الیتامی عصمة اللارمل
یلوذبه الھلاک من آل ھاشم فھم عنده فی رحمة وفواضل

(آپ سفید رنگت والے ہیں، بادل آپ کے چہرہ اقدس سے سیراب ہوتا ہے۔ آپ یتیموں کی جائے پناہ اور بیواؤں کا ملجا ہیں۔ بنوہاشم کے بدحال لوگ آپ کی پناہ لیتے ہیں اور وہ آپ کے پاس شفقت ورحمت اور مہربانیوں میں رہتے ہیں)

اسی طرح آپ کی رفیقہ حیات سیدہ طاہرہ ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے جب رحمت دو عالم ﷺ کو نزول وحی کے وقت اضطراب کے عالم میں دیکھا تو فرمایا:

واللہ لا یخزیک اللہ ابداً انک لتصل الرحم وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق (۷)

ہر گز نہیں۔ بخدا اللہ آپ کو کبھی ناکام نہیں فرمائے گا۔ بیشک آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں ، غریب کا بوجھ اٹھاتے ہیں، فقیر کو کما کر دیتے، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے اور مصائب میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

اس کا مفہوم علامہ حالی نے مسدس حالی میں یوں بیان کیا ہے:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا　　وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماوی　　یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ

اعلان نبوت

پھر جب آپ پر غار حراء میں خاموش عبادت کے دوران میں نزول وحی کی ابتداء ہوئی اور آپ نے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر اعلان نبوت فرمایا تو اس سے کفر اور ظلم و جور کی ساری دنیا دھل گئی اور بت پرستی کی فضا میں ہلچل بپا ہو گئی۔

آپ کے اس اعلان نبوت نے جہاں ظالموں کی دنیا حیران کی وہاں کائنات کے تمام مظلوم طبقوں کے چہروں پر بشاشت کی لہر دوڑا دی۔ دنیا بھر کے مظلوموں کو اسلام کی شکل میں اپنے غموں کا مداوا اور محمد عربی ﷺ کی صورت میں اپنا مسیحا دکھائی دیا، اسی لئے اسلام قبول کرنے والے ہراول دستے میں اگرچہ قریش مکہ کے معزز قبیلوں کے لوگ بھی شامل تھے، مگر ان میں اکثریت مظلوم اور ستائے ہوئے لوگوں کی تھی ان لوگوں کی جنہیں انسان ہوتے ہوئے بھی کوئی انسانی حقوق حاصل نہ تھے۔ یہ بھی اس بات کا واضح ثبوت ہے، کہ ان لوگوں پر اعلان نبوت سے قبل ہی محسن انسانیت ﷺ کے کریمانہ اخلاق اور رحیمانہ برتاؤ کے اتنے گہرے نقوش تھے کہ جیسے ہی اعلان نبوت ہوا ان لوگوں نے قبول اسلام کے لئے کوئی پس وپیش نہ کی، رحمت دوعالم ﷺ نے ان لوگوں کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ان الاسلام بدء غریباً وسیعود غریباً کمابدء فطوبی للغرباء...(۸)

اسلام کی ابتداء غریبی کی حالت میں ہوئی جلد ہی دوبارہ یہ غرباء میں لوٹ جائے گا، جیسا کہ شروع ہوا تھا۔ لہذا غرباء کے لئے مبارک ہو۔

دراصل اسلام کی ابتدا اس عہد ساز انقلاب کی ابتدا تھی، اس تبدیلی کا حسن آغاز تھا جس نے قیامت تک آنے والے انسانوں کے مسائل اور مصائب حل کرنا تھے، یہ اس وجد آفرین اور اس روشن و تاباں صبح سعادت کی نمود تھی، جس نے انسانوں کے تمام طبقوں کو ان کے حقوق دلانے کیلئے حقوق انسانی کا ایسا چارٹر مہیا کیا، جس کی خوبیاں چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود جوں کی توں سلامت ہیں۔ اب بھی انسانوں کے مظلوم اور ستم رسیدہ طبقوں کو اگر پناہ مل سکتی ہے تو اس سائبان رحمت کے نیچے۔ جس کی ابتدا پیغمبر عربی

ﷺ نے سرزمین حرم مکہ سے کی تھی۔ آئیے اب اس بابرکت عہد میں مظلوم کی حمایت اور ظالموں کے رد میں کئے گئے انقلابی اقدامات کا مطالعہ کریں:

۱-میثاق مدینہ:

رحمت دوعالم ﷺ کو جب ناگزیر حالات میں مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنا پڑی اور خاک مدینہ کو آپ کے پاؤں مبارک چومنے کا شرف حاصل ہوا تو وہاں پہنچتے ہی آپ نے جو پہلا کام کیا وہ میثاق مدینہ کی تیاری تھی۔

میثاق مدینہ دنیا میں تحریر کیا جانے والا پہلا آئینی دستور (The First written Constitution) اور حقوق انسانی کی بےمثال دستاویز ہے یہ آئین جو رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں رہنے والی مختلف اقوام کو لکھ کر مرحمت فرمایا اور ان سے دستخط لئے۔ دراصل مظلوم کی حمایت اور ظالم کی مخالفت میں ننگی تلوار ہے۔ رحمت دوعالم ﷺ نے پہلی مرتبہ دنیا کی تین بڑی اقوام (مسلمان، مشرکوں اور یہودان یثرب) کے سامنے یہ اعلان فرمادیا کہ اب اللہ کی اس بستی میں ظلم وستم کو برداشت نہیں کیا جائے گا۔ اور یہ کہ مظلوم پر کئے گئے ظلم وستم کا بدلہ لینا ہم سب کی اجتماعی ذمہ داری ہے۔ اس تحریری آئین کی دفعہ ۱۳ میں ہے۔

وان المؤمنین المتقین علی من بغی منهم اویتقیٰ وسینه ظلم اواثم او عدوان اوفسادبین المؤمنین وان اید یهم علیه جمعاً ولو کان ولد احدهم(۹)

یہ کہ تقوی شعار مسلمان متحد ہو کر اس شخص کی مخالفت کریں گے جو ان میں سے مومنوں کے درمیان ظلم، گناہ، زیادتی سرکشی اور فساد وبغاوت کا موجب ہوگا۔ وہ سب اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے خواہ ظالم ان میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

اسی طرح اس تحریری آئین کی دفعہ ۲۲ میں ہے:

وانه لایحل لمؤمن اقربمافی هذا الصحیفة وامن باللّٰہوالیوم الاخر ان ینصر محدثاً ولا یوویه وانه من نصره او اوی فان علیه لعنة اللّٰه وغضبه یوم القیامة ولا یوخذ منه صرف ولا عدل..(۱۰)

اور کسی مومن کے لئے جو اس معاھدے کی پابندی کا اقرار کرچکا ہے اور اللہ تعالی اور روز

آخرت پر ایمان لاچکا ہے یہ جائز نہ ہوگا کہ وہ کسی قانون شکن کی مدد کرے یا اسے پناہ دے گا تو اس پر قیامت کے روز اللہ تعالی کی لعنت اور غضب ہوگا۔ اس سے نہ کوئی بدلہ قبول کیا جائے گا اور نہ فدیہ۔

اسی معاھدے میں تمام شرکاء کو اپنے حلیفوں کی طرف سے بھی ظالم کی حمایت سے دستکش رہنے کی تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وانه لم یاثم امرؤ بحلیفه والنصر للمظلوم (۱۱)

اور یہ کہ کوئی شخص اپنے کسی حلیف کی بنا پر گنہگار نہ ہوگا اور سب کو مظلوم کی مدد کرنا ہے۔

اس آئین کی دفعہ ۴۸ میں ہے:

وانه لایحول هذاالکتاب دون ظالم اواثم وان من خرج امن ومن قعد امن بالمدینة الاذی من ظلم واثم (۱۲)

یہ معاھدہ ظالم اور گنہگار کو اس کے عمل بد کے انجام سے نہیں بچائے گا۔ اور یہ کہ جو شخص مدینہ سے باہر چلا گیا وہ مامون ہے اور جو کوئی بیٹھارہا وہ بھی مامون ہے، سوائے اس شخص کے جس نے ظلم کیا اور گناہ کمایا۔ الغرض دنیا کے اس پہلے تحریری آئین کے ذریعے رسول اللہ ﷺ نے ظلم جور ناانصافی، عدم مساوات اور ایسی ہی دیگر خرابیوں کا سد باب کیا اور عربوں کے قتل کا بدلہ لینے کا پرانا انفرادی طریقہ ختم کر کے اسے اجتماعی فریضہ قراردیا۔ کمزوروں ناداروں اور مظلوموں کی دادرسی کا پورا پورا اہتمام کیا۔ مظلوم کی دادرسی اور ظالم کو کیفر کردار تک پہنچانے کا نبی رحمت مجسم ﷺ کا جو عزم تھا، اسے حالات اور مخالفت کا کوئی بڑے سے بڑا طوفان بھی نہ دبا سکا۔ آپ زندگی بھر اس پاکیزہ مشن کے لئے تبلیغ و دعوت کا کام انجام دیتے رہے۔ حیات طیبہ کے اس پہلو میں ہمارے حکمرانوں کیلئے اسوہ حسنہ ہے۔ وہ یہ کہ انہیں بھی آئین کی تیاری اور اس کے نفاذ میں اس عظیم الشان مقصد کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

قرآن کریم اور انسداد ظلم و تعدی:

پھر پیغمبر صادق ومصدوق ﷺ کی وساطت سے دنیا کو اپنے جملہ مسائل و معاملات کے حل اور احکام خداوندی معلوم کرنے کا جو نسخہ کیمیا عطا ہوا۔ یعنی قرآن کریم۔ یہ پاکیزہ اور ارفع و اعلی کلام ظلم وجارحیت کے خلاف ننگی تلوار اور ظالموں کے خلاف کھلا اعلان جنگ

ہے۔ اس میں ظلم وتعدی کی ہر ممکنہ صورت کو روکا گیا ہے۔ مثال کے طور پر دوسروں کا مال ظالمانہ طریقے پر ہتھیانے سے:

یاایھاالذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل(۱۳)

اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ

اور قتل وخونریزی سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

انہ من قتل نفساً بغیر نفس اوفساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعاً(۱۴)

جو شخص کسی کو(ناحق) قتل کرے گا(یعنی) بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا۔

سود اور ربا کے ذریعے لوگوں کو لوٹنے سے:

یاایھاالذین امنوالا تاکلواالربو اضعافا مضاعفة واتقوا اللّٰہ(۱۵)

اے ایمان والو دو گنا چو گنا کر کے سود نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو۔

عدل وانصاف کے میدان میں اپنے اور پرائے کی تمیز ختم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

یاایھاالذین امنوا کونوا قوامین للّٰہشھداء بالقسط ولا یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلوا. اعدلوا ھو اقرب للتقوی(۱۶)

اے ایمان والو اللہ تعالی کےلئے انصاف کی گواہی دینے کیلئے کھڑے ہو جایا کرو اور لوگوں کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف چھوڑ دو، انصاف کیا کرو کہ یہی پرہیز گاری کی بات ہے۔

عمومی انداز میں ظلم سے روکتے ہوئے فرمایا:

ولا تحسبن اللّٰہغافلا عما یعمل الظالمون(۱۷)

اور مومنو، مت خیال کرنا کہ یہ ظالم جو عمل کر رہے ہیں خدا ان سے بے خبر ہے۔

پھر کفار ومشرکین کا یہ دستور العمل تھا کہ وہ کہتے تھے کہ ہر حالت میں اپنے بھائی بند کی مدد کرو خواہ وہ حق پر ہو یا ناحق پر اسی کا ابطال کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وتعاونوا علی البروالتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (۱۸)

اور تم نیکی اور تقوی کی معاملات میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو۔ اور گناہ اور زیادتی پر مدد نہ کرو۔

علاوہ ازیں قرآن حکیم میں ایک جملہ بڑی کثرت سے دہرایا گیا ہے وہ یہ کہ:

انہ لا یحب الظالمین (۱۹)

بیشک اللہ تعالی ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

الغرض قرآن کریم میں ظلم وجور کے ہر ممکنہ پہلو کی کھلے لفظوں میں ممانعت فرمائی گئی ہے اوراس کے انسداد کیلئے کھلی ہدایات دی گئی ہیں۔ جن سے دنیامیں امن و آشتی مہرو محبت عدل وانصاف اور اخوت والفت کے ایسے دور کا آغاز ہوا جس کی اس سے پہلے اور اس کے بعد کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔

ظلم و تعدی کے خلاف صحابہؓ کی تربیت اور ذہن سازی

جب کوئی بڑا مشن درپیش ہو تو اس کیلئے ذہن سازی اور تربیت کی ضرورت ہوتی ہے اور جو کام جتنا بڑا اور مہتم بالشان ہو، اس کے بارے میں تربیت اور ذہن سازی کی اہمیت اتنی ہی زیادہ ہے۔ جب رحمت مجسم ﷺ دنیا میں رحمت للعالمین بن کر تشریف لائے، اس وقت پوری زمین پر ڈاکوؤں، لٹیروں اور ظالموں کا راج تھا، انہیں ان کے ظلم و ستم، ان کے جور و تعدی اور مظالم سے روکنے کی کسی کو ہمت تھی اور نہ جرأت۔ ان حالات میں ظلم کو مٹانا، امن و آشتی کو فروغ دینا، مظلوم کی کھلی امداد اور ظالم کو کیفر کردار تک پہنچانا کچھ آسان نہ تھا۔ مگر پیغمبر الصادق والمصدوق ﷺ نے یہ سب کچھ اتنی مختصر مدت اور اتنے مؤثر انداز میں کیا کہ انسانی فکر ودانش حیرت زدہ ہو کر رہ گئیں۔ رحمت مجسم ﷺ نے مظلوموں کی اعانت اور ظالموں کے خلاف ذہن سازی کرتے ہوئے فرمایا:

الظلم ظلمات یوم القیامۃ (۲۰)

ایک ظلم روز قیامت کئی تاریکیاں ہوگا۔

ایک اور موقع پر لوگوں کی زمین یا ان کی جائیداد ہتھیانے کی ممانعت کرتے ہوئے فرمایا

من اخذمن الارض شیئابغیرحق خسف بہ یوم القیامۃالی سبع ارضین (۲۱)

جس شخص نے زمین کا کوئی ٹکڑا ناجائز طور پر حاصل کیا اسے قیامت کے دن سات زمینوں تک نیچے دھنسایا جائے گا۔

ایک اور موقع پر فرمایا:

من اخذشبراً من الارض بغير حق طوقه من سبع ارضين (۲۲)

جس شخص نے زمین کا بالشت برابر کوئی ٹکڑا ناجائز طور پر حاصل کیا اسے قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔

۱۰ ھ میں رسول اللہ ﷺ نے جب الوداعی حج حجۃ الوداع فرمایا، تو اس موقع پر کم وبیش ڈیڑھ لاکھ قدسیوں کے اجتماع میں آپ نے اسلام کی تعلیمات کا خلاصہ پیش کیا۔ آپ کا یہ خطاب حقوق انسانی اور انسداد ظلم وستم کے مضامین کا ایسا چارٹر ہے، جس کی تاریخ عالم میں مثال نہیں ملتی۔ آپ نے اہل اسلام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

ان المسلمين اخوة فلا يحل لا مرء من اخيه الاما اعطاه عن طيب نفس فلا تظلمون انفسكم

اور تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں لہذا کسی شخص کا مال دوسرے کیلئے جائز نہیں ماسوا اس کے کہ وہ خوشی سے دے لہذا تم خود پر اور دوسروں پر ظلم نہ کرنا۔

اسی طرح اس موقع پر پوری امت کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ان اللهحرم عليكم دماءكم واموالكم واعراضكم كحرمةيومكم هذا، فى شهركم هذا فى بلدكم هذا

دیکھو اللہ تعالی نے تمہارے خون، تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں تم میں سے ایک دوسرے پر اسی طرح حرام کردی ہیں جس طرح کہ آج کے اس دن (یوم عرفہ) اس مہینے (ذوالحجہ) اور اس شہر مقدس (مکہ مکرمہ) کی حرمت ہے۔

اس مضمون کو ایک اور موقع پر آپ نے ان کلمات کے ساتھ بیان فرمایا:

كل المسلم على المسلم حرام عرضه وماله ودمه التقوى ههنا يحسب امرئ من الشران يحتقر اخاه المسلم.. (۲۳)

ہر ایک مسلمان کی عزت اس کا مال اور اس کا خون دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ تقوی یہاں (دل میں) ہے کسی کے برا ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو کمتر

خیال کرے۔

الغرض ظلم وجور کے خلاف ، رحمت دوعالم ﷺ نے مختلف اسالیب سے لوگوں کا ذہن تیار کیا اور انہیں مظلوم کی امداد واعانت کا درس دیا۔ اس لئے کہ اسی سے دنیامیں حقیقی امن و آشتی کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔

آپ کا یہ معمول مبارک تھا کہ جب آپ کسی علاقے کاوالی (حاکم بنا کر) بھیجتے، تو اسے فرماتے:

اتق دعوة المظلوم فانه ليس بينه وبين اللهحجاب(۲۵)

مظلوم کی بددعاسےڈراس لئے کہ اس کےاوراللہ تعالی کےدرمیان کوئی حجاب (پردہ) نہیں ہوتا۔

حقوق انسانی کا تحفظ/قیام امن وامان

جس دور پرآشوب میں رحمت مجسم ﷺ دنیا کے لئے نور ہدایت بن کر تشریف لائے، اس دور میں انسانی جان، عزت اور ناموس کا دفاع سب سے مشکل ترین مسئلہ تھا۔ اہل عرب اپنی لوٹ مار اور خونریزی کی عادتوں پر فخر کیا کرتے تھے۔ انہوں نے کمال چرب لسانی سے حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنارکھا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ لوٹ کا مال چونکہ وہ اپنے زور بازو سے حاصل کرتے ہیں اس لئے یہ ان کیلئے حلال ہے۔ عرب کا ایک قدیم شاعر بلعنیر (قریط بن انیف) اپنے ایک قصیدے میں اپنی قوم کی شرافت پر اظہار افسوس کرتا ہے اور کہتا ہے:

فليت لى بهم قومااذا ركبوا   شدواالاغارة فرساناًوركباناً

(کاش میرے لئے میری اس قوم کے بدلے، ایسی قوم ہوتی کہ جس وقت وہ لوٹ مار کےلئے نکلتی تووہ گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہو کر خوب غارت گری کرتی)

اس کےعلاوہ عرب کے متعدد قبائل ایسے تھے جن کا گزر بسر ہی لوٹ مار پہ تھا، ان لوگوں کی وجہ سے عرب کے راستے محفوظ تھے اور نہ ان کے قافلے قرآن کریم نے قریش مکہ پرامن وامان کے بارے مین یہ احسان جتایا ہے کہ ان کے علاقہ میں امن ہے، جبکہ آس پاس کے علاقوں سے لوگوں کو اچک لیاجاتا ہے۔ ارشاد ہے۔

اولم یروانا جعلنا حرماً امنا ویتخطف الناس من حولھم... (۲۷)

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو مقام امن بنایا ہے جبکہ لوگ اِن کے گردو نواح سے اچک لیے جاتے ہیں۔

چنانچہ جب نبی اکرم ﷺ نے مشہور سخی حاتم طائی کے بیٹے حضرت عدی بن حاتم کے سامنے اس بات کا ذکر کیا کہ صنعاء یمن سے ایک عورت تن تنہا حرم مکہ کےلئے روانہ ہو گی اور اسے اللہ کے سوا کوئی ڈر نہ ہوگا تو عدیؓ حیرت کے مارے ششدر رہ گیا۔

"مملکت مدینہ" میں حقوق انسانی کا تحفظ کرنا اور امن وامان کو فروغ دینے کیلئے ناگزیر طور پر، تلوار کا سہارا بھی لینا پڑا۔ یہ گویا پیغمبر امن وسلامتی ﷺ کی جانب سے مظلوموں کی حمایت میں ظالموں کے خلاف اعلان جنگ تھا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی نے صراحت کی ہے کہ اہل اسلام کو جنگ کی اجازت ہی اس لئے دی گئی ہے کہ ان پر مظالم ڈھائے جارہے تھے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر (۲۸)

ان لوگوں کو جن سے جنگ کی جاتی ہے، (جوابی) جنگ کی اجازت دی جاتی ہے، اس لئے کہ ان پر ظلم ہوا ہے اور اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔

آپ اپنے مقصد، یعنی حقوق انسانی کے تحفظ میں کس حد تک کامیاب رہے اس کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ آپ کے دس سالہ دور اقتدار میں باوجود اس بات کے کہ مدینہ منورہ میں کوئی تھانہ نہ تھا اور نہ کوئی پولیس اسٹیشن، جرائم کی شرح بہت معمولی تھی، چنانچہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ:

آپ کے دور اقتدار میں مملکت مدینہ منورہ میں صرف ایک قتل ہوا وہ بھی ڈکیتی کی ایک واردات میں، جو بنو عرینہ نے کی تھی، صدقہ کے اونٹ لوٹ لئے تھے اور اونٹوں کے چرواہے کو قتل کردیا تھا، چونکہ یہ ظلم اور سفاکی کی انتہا تھی، اس لئے نبی اکرم ﷺ نے سفاک قاتلوں اور رہزنوں کے خلاف جو کارروائی کی وہ بہت عبرتناک تھی:

"آپ نے راہزنوں کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیئے اور انہیں دھوپ میں پھینک دیا تا کہ وہ تڑپ تڑپ کر مرجائیں" اس سزا کا نتیجہ یہ نکلا کہ پھر مدت تک مملکت مدینہ میں راہزنی اور قتل وخونریزی کا کوئی واقعہ پیش نہ آیا۔ چوری کا ایک واقعہ ریکارڈ ہوا، جو بنو مخزوم کی ایک

عورت فاطمہ "المخزومیہ" نے کی تھی، چونکہ رحمت مجسم دنیا سے ظلم وجور کا خاتمہ کرنے کے لئے تشریف لائے تھے۔ اس لئے اس خاتون کی سزا کو موقوف کے لئے آپ نے کسی کی سفارش قبول نہیں فرمائی۔ بدکاری کے چار واقعات پیش آئے، جن میں سے تین مسلمانوں کے اور ایک یہودیوں کا تھا، نبی اکرم ﷺ نے ان واقعات میں ملوث تمام لوگوں کو عبرتناک سزا دی، جس کے نتیجے میں اس جرم کا خاتمہ ہو گیا۔ کسی کی زمین ہتھیانے اور جائیداد پر قابض ہونے، یعنی دیوانی تنازعے کا کوئی ایک واقعہ بھی اس بابرکت عہد میں پیش نہیں آیا، اس سے بڑھ کر اس عہد مسعود میں ظلم وجور کے استیصال کی اور کیا دلیل ہو گی۔

معاشرے کے مظلوم اور بدحال لوگوں کی سرپرستی

عربوں میں مدت سے استحصال اور ظلم وجور کا جو نظام چلا آتا تھا اس کی ایک ایک اینٹ ظلم وجبر اور حقوق انسانی کی پامالی پر رکھی گئی تھی، اور حقوق انسانی کی پامالی ان کی سرشت میں داخل تھی، ان کے قبول اسلام سے احتراز کی ایک وجہ یہ بھی تھی، مگر ھادی امم ﷺ نے ان کی خواہشوں ور توقعات کے برخلاف اپنا پاکیزہ مشن جاری رکھا، چنانچہ آپ نے مسلمانوں کے مابین اونچ نیچ اور باہمی تفاوت کو ختم کرتے ہوئے رنگ، نسل اور دولت کی بنیاد پر برتری اور فضیلت کے سابقہ قانون کو بدل دیا اور اس کی جگہ تقوی وپارسائی کی بنیاد پر برتری اور فضیلت کا معیار قائم فرمایا:

یایھاالناس اناخلقناکم من ذکروانثی وجعلناکم شعوباًوقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم (۳۱)

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے گروہ اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہنچان سکو بیشک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو۔

اور رحمت مجسم ﷺ نے حجۃ الوداع میں اعلان فرمایا:

الالافضل لعربی علی عجمی ولالعجمی علی عربی ولالاسود علی احمر ولا لا حمر علی اسود الابالتقوی (۳۲)

دیکھو کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کسی کالے کو سرخ پر اور کسی سرخ کو کالے پر کوئی فوقیت حاصل نہیں بجز تقوی کے۔

اس مساوات کو مزید مؤثر بنانے کے لئے کئی طبقوں کے نام لے کر قرآن کریم میں اعلان فرمایا گیا" بعضکم من بعض "(۳۳)(یعنی تم ایک دوسرے کی اولاد ہو)
خود رحمت دوعالم ﷺ کا یہ حال تھا کہ ایک ایسے وقت میں جب اسلام پورے جزیرہ عرب پر پھیل چکا تھا آپ ادنی سے ادنی خادمہ کی بات سننے کیلئے سر راہ کھڑے ہوجاتے تھے۔ اسی قانونی مساوات سے معاشرے کے تمام مظلوم اور ستم رسیدہ لوگوں کو اتنی فکری قوت ملی کہ وہ بڑے بڑے رئیسوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتے تھے اور کسی بڑے سے بڑے سردار کا خوف ودبدبہ انہیں اپنا حق لینے سے مانع نہ ہوتا تھا۔

چنانچہ عہد فاروقی میں جبلہ بن ایہم الغسانی نامی، حکمران، جو شام کا بادشاہ تھا، مسلمان ہوا اور جب طواف کعبہ کے دوران میں اس کی چادر کا ایک کونہ ایک شخص کے پاؤں تلے آگیا تو اس نے اس شخص کو طمانچہ دے مارا، جس پر اس نے برابر جواب دیا جبلہ غصے میں بیتاب ہوگیا اور حضرت عمر فاروقؓ سے شکایت کی، حضرت عمر فاروقؓ نے شکایت سن کر کہا تم نے جو کچھ کیا اس کی سزا پائی۔ اس کو سخت حیرت ہوئی اور کہا کہ ہم اس رتبہ کے لوگ ہیں کہ کوئی شخص ہمارے ساتھ گستاخی کرے تو قتل کا مستحق ہوتا ہے، حضرت عمر فاروقؓ نے جواب دیا جاہلیت میں ایسا ہوتا تھا، لیکن اسلام نے پست وبلند کو ایک کردیا ہے۔ اس نے کہا اگر اسلام ایسا مذہب ہے، جس میں شریف وذلیل کی کچھ تمیز نہیں ہے تو میں اسلام سے باز آیا۔ غرض وہ چھپ کر قسطنطنیہ چلا گیا لیکن حضرت عمرؓ نے اس کی خاطر قانون مساوات کو نہیں بدلا۔

لونڈی اور غلام کے ساتھ حسن سلوک

عرب کے معاشرے میں سب سے بدتر حالت غلاموں کی تھی ان لوگوں کی سماجی حالت جانوروں سے بھی بدتر تھی، ان کے مالک ان سے ہر طرح کی محنت اور مشقت کا کام لیتے تھے، مگر انہیں اس کی اجرت یا عملی فائدہ دینے کیلئے تیار نہ تھے۔ محسن انسانیت ﷺ نے جب ان کی حمایت میں آواز بلند کی، تو آپ نے اپنے گھر سے اس کی ابتدا فرمائی۔ آپ نے اپنے غلام حضرت زید بن حارثہ کو آزاد فرما کر انہیں اختیار دیا کہ وہ چاہیں تو اپنے والد کے ساتھ چلے جائیں اور چاہیں تو آنحضور ﷺ کی ساتھ مکہ میں مقیم رہیں۔ انہوں نے دوسری

صورت کو اختیار کیا (۳۴) آپ ﷺ نے اسی پر اکتفا نہیں فرمایا، بلکہ آپ ﷺ نے ان کی شادی قریش کے اعلیٰ معزز خاندان بنو مخزوم کی ایک معزز و محترم خاتون حضرت زینب بنت جحشؓ سے کی، جو آپ ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں (۳۵)

نامور صحابی حضرت ابوذر غفاریؓ نے حضرت بلالؓ کو ایک مرتبہ "او حبشن کے بیٹے" کہہ دیا رسول اللہ ﷺ کو پتہ چلا تو فرمایا:

انک امرؤ فیک جاھلیة اخوانکم خولکم جعلھم اللہ تحت ایدیکم فمن کان اخوہ تحت یدہ فلیطعمه مما یاکل ولیلبسه ممایلبس (٣٦)

اا بوذر تمہارے اندر جاہلیت کا اثر موجود ہے یہ (تمہارے خدام) تمہارے بھائی بند ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارا ماتحت کردیا ہے سو جس کا بھائی اس کے ماتحت ہو، وہ اسے وہی کچھ کھلائے جو وہ خود کھاتا ہے اور وہی کچھ پہنائے جو وہ خود پہنتا ہے۔

اسی طرح الطبرانی میں منقول ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوذر کو غلام دیا اور فرمایا

اطعمه مماتاکل والبسه مماتلبس (٣٧)

اے ابوذر جو تو خود کھائے اسے بھی کھلا اور جو تو خود پہنے اسے بھی پہنا۔

چنانچہ حضرت ابوذر کے پاس ایک کپڑا تھا، انہوں نے ارشاد نبوی ﷺ کی تعمیل میں نصف خود پہن لیا اور نصف اپنے خادم کو پہنایا۔ آنحضرت ﷺ نے دونوں کو اس حال میں دیکھا تو پوچھا کہ کیا ماجرا ہے؟ عرض کیا یارسول اللہ آپ نے فرمایا تھا جو خود کھاؤ وہ انہیں کھلاؤ اور جو خود پہنو وہ انہیں پہناؤ، فرمایا درست ہے۔

خدام کو مارنے کی ممانعت

رحمت مجسم ﷺ سے پہلے عرب اور بیرون عرب میں نوکروں اور خدام کو مارنا پیٹنا معمول کی بات سمجھا جاتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کا سختی سے سدباب کیا اور اہل ایمان کو خدام کو مارنے پیٹنے سے منع فرمایا۔ خود رحمت مجسم ﷺ کا یہ حال تھا، کہ آپ نے عمر بھر کسی خادم کو مارپیٹ کی اور نہ کسی کو ڈانٹا۔ علاوہ ازیں غلاموں کو معاشرے میں جائز مقام (۲۵) دلانے کیلئے، آپ نے حضرت زید بن حارثہ اور ان کے صاحبزادے اسامہ بن زید کو علی الترتیب جنگ موتہ اور لشکر اسامہ کا امیر اور سالار اعلیٰ مقرر فرمایا جبکہ حضرت بلال حبشیؓ،

آپ کے مؤذن ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کے وزیر خزانہ بھی رہے۔

انہی پاکیزہ تعلیمات کا یہ اثر تھا کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ حضرت بلالؓ کو، یاسیدی کہہ کر بلاتے تھے۔

آقائے مدنی ﷺ کی انہی پاکیزہ تعلیمات نے تاریخ اسلام میں مملوک حکمرانوں کے دو طویل سلسلوں کو جنم دیا۔ جنہوں نے دنیائے اسلام کے ایک بڑے حصے پر حکمرانی کی۔ ان میں ایک سلسلہ مصری مملوک سلاطین کا ہے اور دوسرا ہندوستان کے مملوک حکمرانوں کا، یہ دونوں سلسلے اپنے مخصوص نظام حکمرانی، اپنے خصوصی تشخص اور اپنے بلند کارناموں کی بدولت ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔

مختصر یہ کہ رحمت مجسم ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات کے زیراثر غلاموں اور خدام کی زندگی میں تین طرح کی معاشرتی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔

اولاً انہیں مارنے پیٹنے کی ممانعت فرمائی

ثانیاً انہیں باقی لوگوں کے برابر معاشرتی درجہ اور معاشی حقوق ملے۔

ثالثاً خصوصی استحقاق کی صورت میں انہیں بلند ترین مناصب اور عہدے دئیے گئے۔

اور یہ اتنی عظیم الشان تبدیلیاں ہیں کہ دنیا کی پوری تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

۲۔ خواتین

عہد نبوی ﷺ کے مظلوم اور ستم رسیدہ طبقوں میں دوسرا قابل ذکر طبقہ خواتین کا تھا۔ خواتین کو بھی دور جاہلیت میں ہر قسم کے سماجی، معاشرتی اور معاشی حقوق ومراعات سے محروم رکھا گیا تھا۔ رحمت مجسم ﷺ نے اپنی پاکیزہ تعلیمات کے ذریعے ان تمام جاہلی رسوم وعادات کا خاتمہ فرمایا، جو کہ مرور ایام سے عربوں کی فطرت ثانیہ بن چکی تھیں۔ رحمت مجسم ﷺ کی قدسی تعلیمات نے عورتوں کے سماجی مقام میں جو تبدیلیاں کیں ان کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

۱۔ عورتوں کا مقام ورتبہ

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کا سماجی مقام ورتبہ متعین کرتے ہوئے انہیں "بعضکم من بعض" (۳۸) (تم میں سے بعض، بعض کی اولاد ہیں) قرار دیا۔ اور یہ بھی فرمایا:

انی لااضیع عمل عامل منکم من ذکراوانثنی (۳۹)

میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت

گویا مذہبی اور روحانی معاملات پر مردوں کی اجارہ داری کا خاتمہ فرمایا۔ علاوہ ازیں ان کے عائلی اور سماجی حقوق کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف (۴۰)

اور ان (عورتوں) کے لئے وہی حقوق ہیں جو ان (عورتوں) پر (مردوں کے) ہیں، معروف طریقے پر

عربوں میں لڑکی کی پیدائش کو منحوس تصور کیا جاتا تھا اور جب کسی شخص کو لڑکی کے پیدا ہونے کی خبر دی جاتی تھی، تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا تھا۔ عرب کے کئی قبیلوں میں لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کا رواج بھی تھا، رحمت دوعالم ﷺ نے گھر میں بیٹی کی ولادت اور اس کی پرورش کو حصول جنت (۴۲) اور آتش جہنم (۴۳) سے بچاؤ (حجاب) اور جنت میں اپنے برابر درجے کا مستحق (۴۴) قرار دیا۔ اور خود چار بیٹیوں کی تربیت اور کفالت فرما کر اسوہ حسنہ قائم فرمایا۔

ماں کے قدموں تلے جنت قرار دی (۴۵) اور ہمشیرگان کے ساتھ حسن سلوک، صلہ رحمی اور ان کے اخراجات کی کفالت کو حصول جنت کا ذریعہ قرار دیا (۴۶)

اور بیوی کے معاشرتی اور سماجی حقوق کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

"تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنے گھر والوں کی حق میں سب سے اچھا ہے اور میں اپنے گھر والوں کے حق میں تم سب سے اچھا ہوں (۴۷)

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ رحمت مجسم ﷺ نے جب دنیا سے پردہ فرمایا، تو آپ کی زبان مبارک سے جو آخری بات سنی گئی وہ یہ تھی "الصلواۃ وماملکت ایمانکم" دیکھو نماز کا خیال رکھنا اور ان لوگوں کا جو تمہارے ماتحت ہیں) اس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ محسن

انسانیت ﷺ کو غلام اور ماتحت طبقوں کی بہتری کا کتنا خیال تھا۔

اجنبی لوگوں، یتیموں، مسافروں اور بیوگان کی سرپرستی

اسلام سے قبل عرب معاشرے میں کمزور اور بے وسیلہ لوگوں کو لوٹنا اور ان کے حقوق پامال کرنا معمول کی بات تھی، مکہ مکرمہ میں حضرت یاسر کا خاندان اس کی مثال ہے۔ یہ خاندان باہر سے آ کر یہاں آباد ہوا تھا اور ابوحذیفہ مخذومی کا حلیف تھا، مگر مرور ایام سے انہیں غلاموں سے بھی بدتر زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا گیا۔ بالآخر اسلام کی بدولت انہیں ان مظالم سے نجات ملی۔

اسی طرح لوگ اجنبی تاجروں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے تھے اور ان کے مال کو اونے پونے داموں پر ہتھیا لیتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کے عہد شباب میں جب ابوجہل ایک اجنبی کو لوٹ لینا چاہتا تھا، تو رحمت مجسم ﷺ کی مداخلت کے باعث اسے اس ظلم سے اس نجات ملی، اسی طرح یتیموں، مسافروں اور بیوگان کے ساتھ بھی یہ لوگ ظلم اور زیادتی کے مرتکب ہوتے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے خصوصی طور پر ان تمام لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی تاکید فرمائی ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً وبالوالدین احسانا وبذی القربیٰ والیتامی والمساکین والجار ذی القربیٰ والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل (۴۸)

اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ اور قرابت داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور رشتہ داروں اور اجنبی ہمسایوں اور رفقائے پہلو (پاس بیٹھنے والوں) اور مسافروں اور جو لوگ تمہارے قبضے میں ہوں سب کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

علی ہذا القیاس یتیم بچوں کو ان کے حقوق سے محروم کرنا اور ان کی جائیداد ہڑپ کرنا ان لوگوں کا عام شیوہ تھا۔ نبی رحمت مجسم ﷺ نے انتہائی سختی کے ساتھ اس سے منع فرمایا اور اعلان فرمایا:

جو شخص کسی دوسرے شخص پر ایک بالشت برابر بھی ظلم کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت

کے دن اس کے گلے میں ساتوں زمینوں کا طوق بنا کر ڈالے گا(۴۹)
قرآن کریم میں یہ اعلان فرمایا گیا:
ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلماً انما یاکلون فی بطونهم نارا وسیصلون سعیراً(۵۰)
جو شخص یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں، وہ لوگ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب اس میں داخل ہونگے۔(۵۱)

اس کے برعکس جو شخص یتیموں اور بیوگان کی امداد واعانت میں مصروف رہتا ہے، گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کر رہا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:
الساعی علی الارملة والمسکین کالمجاهد فی سبیل الله(۵۲)
بیوہ اور مسکین کے لئے دوڑ دھوپ کرنے والا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے شخص کی طرح ہے۔

جہاں تک مسافروں کا تعلق ہے تو اسلام نے مسافر کو مصارف زکواۃ میں شامل فرمایا ہے تا کہ لوگ اس کی مالی امداد بھی کریں اور فکری اعانت بھی۔

جانوروں سے حسن سلوک

انتہا یہ ہے کہ بے زبان جانور تک سے آپ نے رحمت اور مہربانی کا سلوک کرنے کی ہدایت فرمائی ہے، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ رحمت مجسم ﷺ نے ایک اونٹ دیکھا، جس کا پیٹ اس کی کمر سے ساتھ لگا ہوا تھا، تو آپ نے فرمایا: ان بے زبانوں کے متعلق اللہ سے ڈرو۔ ان پر سواری عمدہ طریقے پر کرو اور ان کا گوشت عمدہ طریقے پر کھاؤ(۵۲) اسی طرح ایک دن آپ ﷺ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے جب آپ وہاں جا کر بیٹھے تو ایک اونٹ آپ کی طرف دوڑا ہوا آیا اور آپ کے سامنے کھڑا ہو کر بلبلانے لگا۔ اس وقت مظلوم جانور کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ آپ ﷺ نے اس کے مالک کو طلب کیا وہ آیا تو فرمایا کہ یہ اونٹ مجھ سے یہ شکایت کر رہا ہے کہ تو اس سے کام زیادہ لیتا اور کھانے کو کم دیتا ہے، اس نے اپنے قصور کا اعتراف کیا اور آئندہ کے لئے اس کے حقوق کا خیال رکھنے کا وعدہ کیا(۵۳)

ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ نے پیاسے کتے کو پانی پلانے پر ایک گنہگار مرد (یا عورت) کی مغفرت (۵۴) کا اور ایک بلی کو بند رکھنے پر ایک عورت کے مبتلائے عذاب ہونے کا ذکر فرمایا۔

اسی طرح لوگ بعض پرندوں کے انڈے اور بچے چرا لیتے تھے نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک دو ایسے واقعات ہوئے تو آپ نے اس سے سختی سے منع فرمایا۔ (۵۵)

اسی طرح لوگ جانوروں کو لعنت ملامت کرنے کے عادی تھے، ایک سفر میں ایک خاتون نے اپنے اونٹ پر لعنت کی تو نبی اکرم ﷺ نے اس کو اس کی سواری سے اتار دیا اور فرمایا لعنت کیا گیا جانور ہمارے قافلے میں شامل نہیں رہ سکتا (۵۶) یہ گویا اس کی مالکہ کیلئے تنبیہ تھی کہ وہ بے زبان جانوروں کو گالی گلوچ نہ کرے۔

اسی طرح آپ نے ایک گدھے کو دیکھا جس کے چہرے کو داغا گیا تھا۔ رحمت مجسم ﷺ نے اس کو بے حد ناپسند فرمایا۔ (۵۷)

درختوں پر ظلم / ماحولیاتی آلودگی

رحمت مجسم ﷺ نہ صرف جانداروں بلکہ بے جان اشیاء کیلئے بھی رحمت تھے۔ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ نبی رحمت ﷺ نے درختوں کے ساتھ بھی غلط سلوک روا رکھنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ عربوں میں عام طور پر دستور تھا کہ لوگ سایہ دار درختوں کے نیچے بول و براز کرتے تھے نبی کریم ﷺ نے اس عمل کو سختی سے ناپسند فرمایا اور اس عمل کو جلب لعنت کا ذریعہ قرار دیا اور فرمایا:

اتقوالاعنین قالوا ومالا عنان یارسول اللہصلی اللہعلیک وسلم قال والذی یتخلی فی طریق الناس اوظلھم (۵۸)

تم لوگ ذریعہ لعنت بننے والے دو کاموں سے بچو۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کون کام ہیں؟ فرمایا: جو شخص لوگوں کے راستے یا ان کے کسی سایہ دار درخت کے نیچے قضائے حاجت کرتا ہے۔

اسی طرح عربوں کے ہاں چلتے ہوئے پانی (Running water) پانی کے تلابوں اور جھیلوں میں بول براز کرنے کا بھی معمول تھا، جس سے پانی گندہ ہونے کے ساتھ ساتھ

ماحولیاتی آلودگی پھیلتی تھی، نبی اکرم ﷺ نے اس سے بھی سختی سے منع کیا اور فرمایا کہ:

لایبولن احدکم فی الماء الدائم ولا یغتسل فیه من الجنابة (۵۹)

تم میں سے کوئی شخص کھڑے ہوئے پانی میں پیشاب کرے اور نہ اس میں غسل جنابت کرے۔

جبکہ آپ نے صبح سویرے اٹھ کر پانی میں ہاتھ ڈالنے سے بھی منع فرمایا۔ جب تک کہ کسی برتن میں الگ پانی لے کر انہیں نہ دھویا جائے۔ یہ پانی کی بے حرمتی کے ساتھ ماحولیاتی آلودگی پھیلانے کا ایک عمل ہے۔ ارشاد فرمایا:

اذاقام احدکم من اللیل فلا یغمس یده فی الاناء حتی یغسلها ثلاثا فانه لا یدری این باتت یده (٦٠)

جب تم میں سے کوئی شخص رات کو سونے کے بعد اٹھے تو جب تک وہ اپنے ہاتھ کو تین بار نہ دھوئے اس وقت تک برتن میں نہ ڈالے اس لئے کہ اسے علم نہیں کہ اس کے ہاتھ رات بھر کہاں تھے۔

الغرض آپ نے اپنوں بیگانوں، یتیموں مسکینوں اور ہر طبقے اور ہر جماعت کے لوگوں پر ظلم وستم ڈھانے اور ان کے حقوق انسانی پامال کرنے سے ہر سطح پر منع فرمایا۔ اس کو طاقت سے روکا۔ ظالم کے خلاف انسدادی کارروائی کی، مظلوم کی امداد واعانت کیلئے ہر ممکن کوشش کی۔ اور دنیا کو اخوت، بھائی چارے اور پیار ومحبت سے رہنے کا درس دیا۔ مظلوموں اور مسکینوں کے لئے دنیا کو خوشیوں کا گہوارہ بنایا، مگر یہ داستان اتنی طویل ہے کہ اپنی کوتاہی اور اس مضمون کی وسعت پر شیخ سعدی کا یہ قول صادق آتا ہے۔

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را بیاں پایاں
بمیرد تشنہ مستقی ودریا ہمچناں باقی

وصلی الله علی خیر خلقه ونور عرشه محمد وآله وصحبه اجمعین.

حوالہ جات

۱. القصص(۲۸:۴)

۲. الاعراف(۷:۱۵۷

۳. ابن ہشام : السیرۃ طبع Wusten/eld

۴. المسعودی مروج الذہب/۲۷۸.۲۷٦ابن الجوزی الوفا۱/۱۲٦ .۱۲۸

۵. انساب:۱/۱۲۰

٦. سیرۃ ابن ہشام طبعWusten/eld،۱۷۴

۷. البخاری، کتاب/ حدیث باب ۳،ج:۳

۸. الترمذی ،۱۸/۵، حدیث :۲٦۲۹

۹. ابن ہشام، سیرۃ، ص:۳۴۳، مطبوعہ لیڈن

۱۰. ابن ہشام، ص:۲۴۴

۱۱. ایضاً

۱۲. ایضاً

۱۳. النساء،۴:۲۹

۱۴. المائدہ ۵:۲۲

۱۵. آل عمران۳:۱۳۰

۱٦. المائدہ ۵:۸

۱۷. ابراہیم ۱۴:۴۲

۱۸. المائدہ ۵:۲

۱۹. شوری ۴۰:۴۰، الاعراف ۷:۴۴

۲۰. البخاری، کتاب المظالم ، باب ۸،(۵/۱۰۰، حدیث ۳۴۴۷، مع فتح الباری)

۲۱. البخاری ، مع فتح الباری ،۱۰۳/۵ حدیث ۲۴۵۴

۲۲. البخاری ، ۱۰۱/۵ ، حدیث ۲۴۵۲

۲۳. البخاری کتاب الحج، باب ۱۳۲،(۵۷۴/۳۵، حدیث ۱۷۴۲)

۲۴. الترمذی، ۳۴۰/۴ ، حدیث ۱۹۲۷،

۲۵. الترمذی ، کتاب البروالصلۃ (۳٦۸/۴، حدیث ۲۰۹۴

۲٦. دیوان الحماسہ ،قصیدہ ۱

۲۷. العنکبوت ۲۹:۲۷

۲۸. الحج ، ابن هشام ص:۹۴۴، (۲۲/۳۰)
۲۹. البخاری ،مع فتح الباری ،۱۲/۱۰۹، حدیث ٦۸.۲
۳۰. الترمذی،۴/۳۸ ح:۱۴۳۰
۳۱. الحجرات ۴۹
۳۲. مسند احمد بن حنبل
۳۳. آل عمران ۳:۱۹۵
۳۴. ابن هشام ،۱،ص:۱٦۰
۳۵. ابن هشام ، ص:۱۰۰۲
۳٦. البخاری ،۱/۸۴
۳۷. فتح الباری ،۱/۸۷ بحواله الطبرانی
۳۸. آل عمران ،۳:۱۹۵
۳۹. ایضاً
۴۰. البقره ،۲:۲۳۸
۴۱. النحل ۱٦:۵۸.۵۹
۴۲. الترمذی،۱/۳۱۸ ، حدیث ۱۹۱۲
۴۳. ایضاً ،۳۱۹. حدیث ۱۹۱۳
۴۴. ایضا
۴۵. ایضاً ،۳۱۸.۱۹۱۲
۴٦. ابواب للجنة ، الترمذی ۱/۳۱۱ ، حدیث ۱۹۰۰
۴۷. مسلم ، الجامع ، ۷:۱۳۵
۴۸. النساء ۴:........)
۴۹. البخاری . (کتاب المظالم)
۵۰. النساء ۴:۱۰
۵۱. الترمذی .کتاب البروالصلة
۵۲. ابوداؤد،۳:۴۹، ح:۲۵۴۸
۵۳. ابوداؤد ، ۳/ ۵۰ حدیث ۲۵۴۹ ، مسلم ح:۳۴۲
۵۴. البخاری ، کتاب المساقاه ، باب ۹. ابوداؤد ح: ۲۵۵۰
۵۵. ابوداؤد ،۳/۴٦۹ ، ح:۳۰۸۹
۵٦. مسلم، کتاب البر،ح:۲۵۹۵. ابوداؤد ،۳:۵٦، ح:۲۵٦۱
۵۷. ابوداؤد۳/۵۷ مسلم ح:۲۵٦۴. مسلم ، ح:۲۱۱۷
۵۸. ابوداؤد، ۵۷ ح:۷۰، ابن ماجه ح:۳۴۳
۵۹. ابوداؤد .۱:۲۸ ح:۲۵
٦۰. ابوداؤد ، کتاب الطهارة